ترتیب و تحقیق: سید عطاء المحسن بخاری

سیدنا حسان بن ثابت انصاریؓ سے حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ تک

زیر نظر مضمون حضرت امیر شریعت کے ایک انتہائی عقیدت مند مولانا حافظ ارشاد احمد دیوبندی نے تحریر فرمایا تھا۔ مگر اپنے موضوع کے اعتبار سے یہ ایک ابتدائی اور نامکمل خاکہ تھا۔ ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاالمحسن بخاری مدظلہ کی تحقیق و ترتیب سے اس کے علمی حُسن اور جامعیت میں زبردست اضافہ ہو گیا ہے۔ اس کا مرکزی خیال حافظ صاحب کا ہے اور باقی اضافہ و تحقیق شاہ جی کے قلم سے ہے۔ محترم حافظ صاحب شکریے کے ساتھ ہم اسے ہدیہ قارئین کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

ہمارے ہاں ادب کو ایک خاص مفہوم میں اور ایک محدود دائرے میں پلاننگ کے ساتھ رواج دیا جا رہا ہے۔ چونکہ ادب شروع سے ہی ابلاغ کا ایک مضبوط میڈیا رہا ہے۔ آج بھی یہی میڈیا ابلاغ کا منفرد ذریعہ ہے۔ آج کے پاکستان میں اس میڈیا پر ایک خاص نسل عجمی سازش کے، تحت قبضہ جمائے بیٹھی ہے اور اس پوتر ذریعہ کو گدلانے کی بھرپور کوشش میں مصروف ہیں۔ ادب کیا ہے؟ ادیب کون ہے۔ اس کے مفاہیم کیا ہیں۔ ان کو اس سے کچھ واسطہ نہیں ہے۔ موجودہ ادیبوں کی زندگی کو اگر ادب کے تناظر میں دیکھا پرکھا جائے تو یہ ادیب محض معاشی حیوان ہیں جو لبنی نفسانی، جنسی اور حیوانی بھوک کا علاج وادیٔ ادب میں تلاش کرنے نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ ان حالات کا ہم بھی بغور جائزہ لے رہے ہیں۔ اور کچھ کر گزرنا چاہتے ہیں گو نقار خانے میں طوطی کی آواز دب کے رہ جائے گی۔ جدید ادب کے کوہ سیاہ میں قدروں اور روائیتوں کی نہر کھودنا از بس ناگزیر ہے اور اس کوہ کنی میں ہم اگر بازی نہ لے سکیں گے تو کیا ہوا نتائج کی تمنا اور صلے کی پرواہ سے بالاتر ہو کر ہم اس راہ پر چل نکلے ہیں تو اس یقین سے کہ اس عمل کی کٹھن گھاٹیوں میں سر تو دے سکیں گے۔

ادب کی تحقیق

"لسان العرب" میں ادب سے متعلق بحث کرتے ہوئے مصنف نے بڑے واضح انداز میں لکھا ہے کہ ادب دو ہی چیزیں ہیں۔ تہذیب نفسی، تعلیم شعر و نثر۔ عرب میں ابتداء سے آج تک ادب انہی دو معنوں میں مستعمل ہے۔ یہ الگ بات کہ دینی عقائد و اعمال کی طرح عرب میں تعلیم و تہذیب نفسی دونوں پر ہی فترت کے عہد کی دبیز تہیں جمی ہوئی تھیں اور لوگ اس سے بھی محروم ہوتے جا رہے تھے۔

ادب کے لغوی معنی ہیں دعوت۔ یعنی ایسا کھانا جس پر لوگوں کو مدعو کیا گیا ہو۔ ایسا لٹریچر جو لوگوں کو

باادب اور مہذب ہونے کی دعوت دے۔ اعلیٰ قدروں کی بقاء اور ارتقاء کے لئے دعوت عمل دے اور روایات کے استحکام کا فریضہ سر انجام دے۔ ایسا کلام جس میں خیر کی دعوت ہو اور شر کی نفی ہو وہ ادب ہے اس مختصر تشریح کی روشنی میں موجودہ ادب کا مطالعہ کیا جائے تو یہ تمام بے ادبی ہے۔ اور موجودہ ادیب و شاعر یکسر بے ادب (الامن رحمہ اللہ)

اسلامی ادب

حضور خاتم الانبیاء فداہ ابی و امی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے جس طرح عقائد، اعمال، اخلاق اور نظام ریاست تبدیل ہوئے بعینہ اسی طرح عرب کی ثقافت بھی یکسر تبدیل ہو گئی۔ پہلے شعراء جنسی دائرے بنتے، عصبیت جاہلیہ ابھارتے، نسبی تفاخر کو ہی کمال ادب گردانتے مگر اسلام کی آمد اور نزول قرآن کریم کے بعد

اصناف سخن میں ایسی تبدیلی آئی کہ شعراء مدح رسول، دعوت مبارزت، حق و باطل، توحید و رسالت، قیامت، دفاع رسول، تبلیغ و جہاد کے عنوانات پر مرصع اشعار کہتے نظر آتے ہیں قرآن کریم کے اسلوب بیان بندش و تراکیب، استعارہ و کنایہ، وضاحت و صراحت نے ان کے لب و لہجہ کو بھی تبدیل کر دیا۔ انقلاب حق کی یہی علامت ہوتی ہے کہ زندگی کا ہر شعبہ اس سے مضبوط تاثر لیتا ہے اور اس میں نمایاں تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں۔ قرآن کریم کے لفظی و معنوی اعجاز و ایجاز نے عرب کے شعراء کو اپنے تتبع پر مجبور کر دیا نیز یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر آغاز اسلام میں عربوں نے جو الزام لگایا تھا کہ یہ قرآن ان کا خود ساختہ ہے الہامی کلام نہیں ہے۔ مگر جب یہ کلام بلاغت نظام شعراء کی نظر پڑا تو وہ اسکی حقانیت کا اقرار کئے بغیر نہ رہ سکے۔

مشہور ہے کہ مکہ کے نامور شعراء اپنا اپنا کلام لکھ کر دیوار کعبہ کے ساتھ لٹکا دیا کرتے تھے اور لوگ اسے پڑھتے تو وہ کلام شاعر زبان زد عوام و خواص ہو جاتا اور وہ عرب کا نامور، عبقری اور نابغہ کہلاتا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۂ کوثر نازل ہوئی تو ان دنوں لبید بن ربیعہ کا کلام دیوار کعبہ سے معلق تھا۔ کسی خادم صحابی (رضی اللہ عنہ) نے سورہ کوثر لبید کے معلقہ کے مقابلہ میں دیوار کعبہ سے لٹکا دی ایک دن جناب لبید کعبہ میں آئے اور ایک نیا معلقہ دیکھا بے تابی سے آگے بڑھے اسے پڑھا۔

ان اعطینک الکوثر فصل لربک وانحر ان شانئک ھوالابتر

تو روح کی گہرائیوں میں دبی ہوئی سچائی نے گواہی دینے پر مجبور کر دیا اور حضرت لبید پکار اٹھے۔

ماھذا من کلام البشر

یہ انسانی گفتگو نہیں یہ افلاک پار سے اترنے والا کلام ہے جس طرح ابراہیم علیہ السلام پر اترا کرتا تھا اور یہی سورہ مبارکہ ان کے اسلام کا ذریعہ بنی اس کے بعد لبید نے شعر کہنا ہی چھوڑ دیا۔

قرآن معجز بیان کی اتباع نے ہی اسلامی ادب جنم دیا۔ آج بھی بعض بخت کے دھنی ہیں جو اسی کمال حسن کی اتباع میں حسین و امر ہو گئے۔ قرآن کی سب سے بڑی انفرادیت یہ ہے کہ چودہ صدیاں گزرنے اور عجمی سازشوں کے پے درپے حملوں کے باوجود قرآن آج بھی ادب عالیہ کا معیار مانا جاتا ہے۔ اس کا لفظ لفظ

آج بھی عہد اول کی طرح معتبر و مستعمل ہے۔ متروک نہیں۔ آج بھی اسی کا لب و لہجہ انسانی افکار میں موثر ہے۔ اس کے اسالیب میں اتنی وسعت و عمق ہے کہ اصحاب سخن آج بھی ان سے اسی طرح فیضیاب ہیں جیسے اصحاب رسول تھے۔

عہد ماضی میں جن شعراء نے قرآنی ادب سے فیضیاب ہو کے دعوت اسلام کے دشمنوں پر عقابی حملے کئے ان میں سب سے روشن نام سیدنا حسان بن ثابت نجاری خذرجی انصاری رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی ہے۔

سیدنا حسان

سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ بنی نجار کے ہاں مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب بنی قحطان تک پہنچتا ہے اس نسبت سے آپ یمنی بھی ہوئے۔ آپ کی والدہ ماجدہ فریعہ بنت خالد بن قیس بنو خزرج سے تھیں۔ اپنی ننہالی نسبت سے آپ خزرجی بھی ہیں آپ کی ابتدائی زندگی سادگی میں دیہاتی ماحول میں گزری آپکی شہری زندگی بھی بدوی زندگی سے متاثر رہی۔

آپ نے عالم شباب میں غساسنہ شاہان شام اور ملوک عراق سے اپنا تعلق جوڑا خصوصاً نعمان سادس، عمرو رابع و حجر بن نعمان اور جبلہ بن ایہم آپ ان کے قلعوں میں جاتے انکی مدح کرتے وہ خوش ہو کر حسان پر انعامات کی بارش کرتے۔ جب اسلام "دین جدید" کا غلغلہ ہوا تو مکہ کے "ڈیمو کریٹس" نے اسے ناپسند کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی تو بنی نجار نے آپ کا استقبال کیا جو حسان کے ددھیال تھے۔ قبیلہ اوس و خزرج نے اسلام کی دعوت پر لبیک کہی خزرجی مسلمان ہوئے تو حسان بھی مسلمان ہو گئے۔ آپ پہلے انصاری مسلمان شاعر تھے۔ حضرت حسان اپنی جبلی افتاد کی وجہ سے اسلام کی نصرت تلوار سے تو نہ کر سکے البتہ اپنے شعروں کے تیر و نشتر سے مکہ کے "جمہوری محاذ" کے وڈیروں کو ہمیشہ منہ توڑ جواب دیا اور ان کو مبہوت کر دیا اور حسانؓ اس عمل میں منفرد تھے اور ان کا یہی عمل دین کی نصرت کا منفرد انداز ہے۔ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جب قریش کے شاعر طعن توڑتے تو آپ حسان کو کہتے

اجب عن رسول الله اللهم ایده بروح القدس

حسان اللہ کے رسول کی طرف سے کفار کو جواب دو، اے اللہ روح القدس سے حسان کی مدد کر۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حارث بن عبدالمطلب کے فرزند سیدنا ابو سفیان مغیرہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ھجو لکھی اور بہت گری ہوئی باتیں کہیں۔ آپ علیہ السلام نے حسان سے جواب دینے کو کہا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کیسے ان کی ھجو کرو گے میں بھی تو اسی قوم میں سے ہوں۔ اور تم ابو سفیان کی ھجو کیسے کہو گے جبکہ وہ میرا چچا زاد بھائی ہے[۱]؟ تو حسان نے جواب میں کہا

۱۔ عام طور پر ایرانی مشرکوں نے یہی مشہور کیا ہوا ہے کہ ابو سفیان بن حرب اموی رضی اللہ عنہ نے ھجو کہی تو حسان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ حالانکہ یہ ابو سفیان مغیرہ بن حارث رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کے تایا زاد بھائی اور دودھ شریک بھی تھے اور بچپن میں ایک دوسرے سے بہت محبت رکھتے تھے۔

لا سلنک منهم کما تسل الشعرة من العجین

میں آپ کو ان میں سے ایسے نکال لاؤں گا جیسے آٹے سے بال نکالا جاتا ہے۔

حضرت حسان نے جواباً کہا

الا ابلغ ابا سفیان عنی
فانت مجوف نخب ہواء
بان سیوفنا ترکتک عبداً
و عبدالدار سادتہا الاماء
ھجوت محمداً فاجبت عنہ
و عنداللہ فی ذاک الجزاء
اتھجوہ ولست لہ بکفء
فشر کما لخیر کما الفداء
ھجوت مبارکاً برّ حنیفاً
امین اللہ شیمۃ الوفاء
ومن یھجو رسول اللہ منکم
ویمدحہ و ینصرہ سواء
فان ابی ووالدہ وعرضی
لعرض محمد منکم وقاء

ترجمہ۔ بے دل، بزدل اور کھوکھلے ابو سفیان کو میرا پیغام[۲] پہنچے کہ ہماری تلواروں نے تجھے غلام بنا دیا ہے اور بنو عبدالدار کی لونڈیاں ان کی بزرگ ہیں تو نے محمد کی ھجو کی ہے تو اس کا جواب تمہیں میں دیتا ہوں اور اس دفاع رسول کی جزاء اللہ کے ہاں ہے تو محمد رسول اللہ کی ہجو کرتا ہے جیسے تو ان کا کچھ لگتا ہی نہیں تمہارے برے تمہارے بہترین (محمد ﷺ) پر قربان تو ہجو کرتا ہے برکتوں والے صالح راست باز اور حق پژوہ کی۔ اللہ کی امانتوں کے امین اور پیکر وفا کی تم میں سے جو شخص بھی رسول اللہ کی مدح کرے مدد کرے یا قدح کرے محمد ﷺ اس سے بالا تر ہیں۔ میرے ماں باپ میری جان و مال اور میرا ناموس عظمت محمدی کے لئے تمہارے سامنے ڈھال ہیں۔

حضرت حسان کے اس جواب سے قریش بہت تلملائے اور کہنے لگے کہ یقیناً ہمارے معائب سے حسان کو ابو بکر نے مطلع کیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حسان کے اشعار سماعت فرمائے اور فرمایا

فکان قولہ اشد علیھم من نضح النبل

مفہوم۔ اور حسان کی جوابی کارروائی ان پر تیروں کے گھاؤ سے شدید تر اور نشتر کی چبھن ہے آپ کی شاعری

۲۔ دیوان حسان ص ۷، ۸، ۹ مطبوعہ مصر

اسلام اور شرک کے مابین حد فاصل ہے۔ ابو عبیدہ کہتے ہیں۔

فضل حسان الشعراء ثبلاث کان شاعر الانصار فی الجاهلية و شاعر النبی فی النبوة و شاعراليمن کلها فی الاسلام

حضرت حسان کی فضیلت شعراء عرب پر تین حیثیتوں سے ہے۔ آپ جاہلیت کے زمانہ میں انصار کے شاعر تھے۔ آپ عہد نبوت میں شاعر رسول اللہ تھے، شاعر رسول اللہ تھے تو پورے یمن میں عہد اسلام کے منفرد اور یکتا شاعر تھے۔

اور حطیئہ کہتے ہیں

ابلغوالا نصار ان شاعر ہم اشہر العرب

حطیئہ کے مطابق آپ پورے عرب کے مشہور شاعر تھے۔

یک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ما یمنع القوم الذبن نصرو رسول الله بسلا حهم ان ینصروه بالسنتهم فقال حسان آنالها واخذ بطرف لسانه

جن لوگوں نے اپنے اسلحہ سے میری مدد کی ہے انہیں کس چیز نے روک رکھا ہے کہ وہ اپنی زبانوں سے میرا دفاع نہیں کرتے؟ تو حضرت حسان نے اپنی زبان پکڑ کر عرض کیا یارسول اللہ میں اس کام کے لئے حاضر ہوں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

والله مایسرنی به القول بین بصری و صنعاء

اللہ کی قسم بصری اور صنعاء کے مابین کسی کی بات نے مجھے اتنا سکون نہیں دیا جتنا سرور حسان کی بات سن کر حاصل ہوا۔

آپ کی اسی خوبی کردار اور حسن اشعار کے عظیم کارنامہ نے حضرت حسان کو شاعر رسول اللہ بنادیا اب رہتی دنیا تک آپ اسی لقب سے پکارے جائیں گے۔ یہ وہ عزت و عظمت ہے جو ہر کس و ناکس کے حصہ میں نہیں آتی بلکہ

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا

حسان و عثمان رضی اللہ عنہما

مکہ مکرمہ میں جب اشرافیہ کی حکومت کے اعوان و انصار نے ایذاء رسانی کی حدیں بھی مسمار کردیں تو اللہ نے حضور علیہ السلام کو ہجرت کا حکم دیا۔ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بحکم رسول مکہ سے حبشہ کی طرف دو مرتبہ ہجرت کر چکے تھے۔ جب انہیں ہجرت مدینہ کا علم ہوا تو آپ حبشہ سے مدینہ طیبہ کی طرف مہاجر ہوئے مدینہ طیبہ پہنچے تو مہاجرین نے سیدہ رقیہ زوجہ سیدنا عثمان کا والہانہ استقبال کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب مہاجرین و انصار (مواخاۃ) بھائی چارہ قائم کیا تو سیدنا حسان کو سیدنا عثمان کا بھائی بنادیا اس رشتہ مواخات پر حضرت حسان بہت مسرور و شاداں تھے۔ حضرت حسان اس مواخات کے رشتہ پر فخر کیا کرتے تھے۔

حضرت عثمان ان سے بہت محبت کرتے اور باہم کمال درجہ کا حسن سلوک رکھتے تھے۔ جب مشرکین عجم نے اپنی شکست کا بدلہ لینے کے لئے سیدنا عثمان پر الزامات لگائے اور ان کا محاصرہ کیا اور بالآخر انہیں جبر و قہر اور ظلم و ستم سے شہید کر دیا تو سیدنا حسان نے آپ کے بہت مرثیے لکھے ان میں اپنی اس بھائی بندی کا یوں ذکر کرتے ہیں

ماذا اردتم من اخی الخیر بارکت
یدالله فی ذاک الادیم المقدد
قتلتم ولی الله فی جوف داره
وجئتم بامر جائر غیر مهتدی
فهلا رعیتم و ذمة الله و سطکم
و اوفیتم بالعهد عهد محمد

کیا ارادہ کیا ہے تم نے میرے بھلائی والے بھائی سے اللہ کی امداد ہمیشہ سے اسی کے ساتھ ہے تم نے اللہ کے دوست کو اس کے گھر میں قتل کر دیا اور تم ظلم والا کام لائے ہو جو ہدایت سے خالی ہے پس تم نے اللہ کی ذمہ داری کا پاس کیوں نہ کیا جو تم میں ہے اور تم نے محمد کے وعدے کو پورا کر دکھایا

شہادت کی خوشخبری

اترکتم غزو الدروب وجئتم
لقتال قوم عند قبر محمد
فلبئس هدی الصالحین هدیتم
ولبئس فعل الجاهل المتعمد

کیا تم نے میدان کارزار کا جہاد عظیم چھوڑ دیا؟ اور یہاں محمد ﷺ کی قبر کے ہاں قتال کے لئے آپہنچے مسلمانوں کا طریقہ کار کتنا برا ہے اور افسوس ناک ہے اور کتنا برا فعل ہے جان بوجھ کر جاہل بننے والے کا۔

ضحوا باشمط عنوان السجود به
یقطع اللیل تسبیحاً وقرآناً
لتسمعن وشیکاً فی دیار هم
الله اکبر یا ثارات عثماناً
ویها فدیً لکم امی وما ولدت
قد ینفع الصبر فی المکر وه احیاناً

صبح کا وقت وہ سجدہ کرتے ہی گزار دیتا تھا۔ جو کہ رات تسبیح کرتے ہوئے اور قرآن پڑھتے گزارتا تھا۔ ضرور سنے گا تو، ان کا گھر میں جلد واپس آنا۔ اللہ اکبر۔ اے عثمان کے قتل کا قصد کرنے والو کتنا اچھا ہوتا کہ قربان ہو جاتی تم پر میری ماں جس نے اسے جنا انسان کبھی کبھی مکروہ چیز سے بھی نفع اٹھاتا ہے۔

۳۔ شرح دیوان حسان ابن ثابت رضی اللہ عنہ ص ۴۱۰

سیدنا حسان رضی اللہ عنہ شہادت عثمان کے بعد بہت خاموش رہتے گویا وہ غموں کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں۔ اغلب یہ ہے کہ اسی حزن و اندوہ کی وجہ سے آپ کی بصارت بھی جاتی رہی۔ مشرکین عجم اشتریوں اور مختاریوں نے تاریخ شعر و ادب میں بہت گھپلا کیا ہے۔ اور چند اشعار سیدنا حسان کی طرف ایسے بھی منسوب کئے ہیں جن میں سیدنا علی اور دیگر انصار و مہاجرین رضی اللہ عنہم کے بارے میں سخت الفاظ ہیں جو ایجاد بندہ کے سوا کچھ بھی نہیں۔ یہ بات بڑی غور طلب ہے کہ نیزہ و شمشیر کے مقابلہ میں ہزیمت و ذلت اٹھانے والے سبائی و اشتری جب گوشہ عزلت میں بیٹھ گئے تو انہوں نے سب سے اہم جو کام کیا وہ قلم کی فسوں کاری ہے۔ دین کی بنیاد، دینی شخصیات اور حالات و واقعات میں ایسی دسیسہ کاری کی کہ تاریخ کا [redacted] تابناک داغوں سے اٹ گیا۔ سیدنا حسان رضی اللہ عنہ نے چونکہ بنی امیہ کی حمایت بھی کی اور سیدنا عثمان کی شہادت پر قاتلین کو لعنت ملامت خوب کی اس کار خیر کو مٹانا ان کے بس میں نہ تھا کہ یہ اشعار زبان زد عوام و خواص ہو گئے تھے۔ خصوصاً سیدنا معاویہؓ کے عہد خلافت راشدہ میں تو حضرت حسان کے مرثیوں کی بڑی دھوم مچی لوگ سنتے اور آبدیدہ ہو جاتے تھے۔ سبائیوں اشتریوں نے اس کا انتقام یوں لیا کہ اس قصیدہ میں چند اشعار ملا دیئے۔

سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ

حضرت حسان کا حضور علیہ السلام سے بھی ایک گھرا رشتہ تھا جس کو عجمی سازش کے تحت چھپایا گیا۔ آپ حضور علیہ السلام کے ہم زلف بھی تھے۔ آپ کی اہلیہ سیدہ سیرین حضور علیہ السلام کی زوجہ سیدہ ماریہ قبطیہ سلام اللہ علیہما کی سگی ہمشیرہ تھیں۔ ان سے حسان کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جن کا نام عبدالرحمن تھا اس طرح ابن رسول اللہ سیدنا ابراہیم اور عبدالرحمن بن حسان آپس میں خالہ زاد بھائی بھی تھے۔

وفات

سیدنا حسان کے بزرگوں نے اکثر و بیشتر ایک سو برس سے زائد عمر پائی۔ آپ کی عمر بھی ایک سو بیس برس کے لگ بھگ تھی۔ آپ ۵۴ھ میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت راشدہ کے زمانہ میں اپنے مالک حقیقی جل و علیٰ شانہ سے جا ملے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

صلوات اللہ وسلامہ علیٰ رسولہ والہ واصحابہ اجمعین

مجھے سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر شریعت رحمتہ اللہ میں ایک مماثلت نظر آتی ہے۔ گو دونوں بزرگوں میں صدیوں کا فاصلہ ہے مگر ذوق سلیم اور فہم مستقیم زمان و مکان کی قید سے ماورا ہے۔ امیر شریعت نے بھی قرآن کے اسلوب بیان و خطاب اور لب و لہجہ کو اختیار کیا اور محمد رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں پر اسی طرح جھپٹے جس طرح سیدنا حسان۔ مرزائیوں اور اشتریوں کو آپ نے زندگی بھر معاف نہیں کیا جب بھی ان مغضوب و مقہور طبقوں نے شارع علیہ السلام اور ان کے اصحاب پاک کے خلاف دریدہ دھنی کی آپ

بے تاب ہو گئے۔ قادیان ہو یا لکھنو دونوں امیر شریعت کی جولانگاہ میں تھے اور ان دونوں مقامات پر کفر و اسلام اور حق و باطل کے ایسے زوردار معرکے ہوئے کہ ہندی و ایرانی کفر کے محل زمین بوس ہو کر رہ گئے۔ اسی نسبت عالیہ کے ماتحت میں نے یہ مضمون سپرد قلم کیا ہے۔

قرآن کریم اور حضرت امیر شریعت رحمتہ اللہ

ہماری سرزمین پاک و ہند میں قرآن مجید سے شغف کے بے شمار واقعات ملتے ہیں اور ان گنت شخصیتوں نے دعوت قرآنی کے لب ولہجے اور قرآن کے اسلوب بیان و خطاب سے امت مرحومہ میں روح پھونکی لیکن ہمارے حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ نے مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم سے دعوت قرآنی کو خطابی لب ولہجہ سے جس طرح عام کیا وہ انہی کا حصہ ہے۔ حضرت امیر شریعت فرمایا کرتے تھے۔

"کوئی نبی مصنف نہیں ہوا لیکن ہر نبی و رسول خطیب تھا اور خطابت پیغمبرانہ صفت ہے"

اور خطابت کی نعمت سے وافر حصہ حضرت امیر شریعت کو اللہ نے ودیعت کیا تھا۔ اور آپ کی خطابت کا سب سے بڑا بنیادی جوہر قرآن کریم تھا۔ آپ جب قرآن کی تلاوت کرتے تو محسوس ہوتا صدائے فارانی کانوں میں رس گھول رہی ہے اور جب آپ قرآن کریم کی وجدانی تشریحات بیان کرتے تو مسلمانوں کے مردہ دل حیات نو پاتے اپنی زندگی کی ڈگر درست کرتے اور آمادہ عمل ہو جاتے جہاں مسلمان اس نغمہ لاہوت کو سنکر جھوم جھوم جاتے وہاں غیر مسلم بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتے۔ بمبئی میں آپ نے ایک ہفتہ میں ۱۴ تقریریں کیں۔

عنوان خطاب فرنگی سامراج تھا صبح درس قرآن رات کو دعوت قرآن رات کے جلسوں میں ہندو بھی ذوق و شوق سے شریک ہوتے آخری رات آپ نے سورہ مائدہ کی آیات

یا ایھا الذین امنوا لا تتخذ والایھود والنصاریٰ اولیاء بعضھم اولیاء بعض ومن تیولھم منکم فانہ منھم ان اللہ لا یھدی القوم الظالمین

اے مومنو یہودیوں اور نصرانیوں کو دوست مت بناؤ یہ آپس میں تو ایک دوسرے کے دوست ہیں (تمہارے نہیں) اور تم میں سے کسی نے اگر ان سے دوستی لگائی تو بے شک وہ انہی میں سے ہے بے شک اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

حجازی لے میں تلاوت فرمائیں کہ نغمہ زن الست نے بھی عالم لاہوت میں رباب روح کے تار چھیڑ دیئے اور ان تاروں سے وہ سریں پھوٹیں کہ عالم ناسوت کے باسی مسلم و غیر مسلم ہمہ تن گوش اور تصویر حیرت بنے بیٹھے تھے۔ آپ نے تلاوت ختم کی تو ایک کونے میں کچھ حرکت ہوئی اور آواز گونجی

رشی منی ہے رشی منی

آکاش وانی بولے ہے

یہ ایک ہندو وکیل تھا جو قرآن کی حلاوت اور تلاوت کی تاثیر کے ہاتھوں بے قابو ہو کر بول اٹھا تھا۔ یہ

قرآن کریم کا ہی اعجاز تھا کہ حضرت امیر شریعت ماحول پر چھا جاتے تھے اور مومن و کافر دوست دشمن اور اپنے بیگانے سب کے سب اعتراف حق سے گردنیں جھکا لیتے۔ آپ قرآن کریم کے ترجمہ کے لئے حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی رحمہ اللہ کے ترجمہ کو اولیت دیتے اسی کو بیان فرماتے اسی کی تلقین کیا کرتے اور اس ترجمہ کی خوبی بیان کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے۔

شاہ صاحب کے ترجمہ کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ آپ مفرد کا مفرد سے اور جمع کا جمع سے اور محاورات عرب کا ہندی محاوروں سے ترجمہ فرماتے اگر قرآن ہندوستان میں اور اردو زبان میں نازل ہوتا تو کم وبیش وہی زبان ہوتی جو شاہ عبدالقادر نے لکھی ہے"

قارئین کو یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی ولی اللہیٰ خاندان کے لعل جہاں تاب تھے آپ نے قرآن کریم کا ترجمہ چالیس برس میں مکمل کیا اور غالباً روزے بھی مسلسل رکھتے تھے مشہور ہے کہ دلی کی جس مسجد میں پتھر سے ٹیک لگا کر آپ ترجمہ لکھا کرتے تھے وہ پتھر بھی درمیان سے گھس گیا تھا (اللہ اکبر)

حضرت امیر شریعت کی روح آپ کا وجدان قرآن کریم میں رچ بس گیا تھا۔ بعض آیات کا ترجمہ تو ایسا بھی کرتے جو مکتوب و منقول نہ ہوتا مگر ماحول، واقعات اور طبقات کی مناسبت سے ایسا فٹ بیٹھتا کہ علماء بھی عش عش کر اٹھتے اور داد و تحسین میں بے اختیار ہو جاتے۔

ایک مجلس میں جو علماء سے کھچا کھچ بھری ہوتی تھی۔ حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری نور اللہ مرقدہ تشریف فرما تھے۔ راقم (ارشاد احمد) بھی موجود تھا گفتگو کے دوران میں اچانک حضرت شاہ صاحب نے علماء سے پوچھا کہ آپ لوگ ذی علم ہیں درس و تدریس آپ کا شغل ہے۔

وما دعاء الكفرين الا فى ضلل

اور جتنی پکار ہے کافروں کی گمراہی ہے۔

کا ترجمہ کیا کریں گے؟ تمام علما نے وہی جو مکتوب و مروج ترجمہ ہے اسی کا اشارہ کیا لیکن حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ نے فرمایا میرے نزدیک یہاں "ما" نافیہ ہے اور ترجمہ یوں ہوگا۔

"نہیں پکار کافروں کی مگر بھونک"

حضرت لاہوری قدس سرہ نے سن کر خوب داد دی۔

غالباً سن ۱۹۵۶ء کی بات ہے کہ خیر المدارس کے سالانہ جلسہ تقسیم اسناد پر ملک بھر سے آئے ہوئے علماء حضرات مولانا عبدالحق (اکوڑہ خٹک) حضرت مولانا محمد یوسف بنوری حضرت مولانا محمد عبداللہ رائے پوری اور دیگر اکابر علماء حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہم اللہ کی معیت میں حضرت امیر شریعت کی عیادت کے لئے ان کے دولت کدہ پر تشریف لائے راقم الحروف (عطاء المحسن) بھی موجود تھا۔ حضرات کی خدمت پر مامور تھا۔ چائے لایا اور ماحضر بھی چائے نوشی اور بیمار پرسی کے بعد واپسی کے لئے حضرات نے اجازت چاہی تو فرمایا "میں کیسے کہوں کہ رحمت میرے گھر سے چلی جائے آپ کا یوں تشریف لانا مجھ ناکارہ پر

اللہ کا کرم ہے اور جی تو یہ چاہتا ہے کہ آپ یونہی بیٹھے رہیں اور میں رحمتوں کی بارش میں لطف و کیف سرمدی پاتا رہوں"

حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ نے اکوڑہ خٹک واپس جانا تھا۔ انہوں نے بڑی معذرت کے ساتھ فرمایا جی تو ہمارا بھی آپ سے جدا ہونے کو نہیں چاہتا حضرت بنوری رحمہ اللہ نے بھی بڑی عذر خواہی سے رخصت چاہی تو حضرت شاہ صاحب نے فرمایا۔ دعاء فرمائیں جب دعاء ہو چکی تو آپ نے فرمایا۔

وتو فنا معا الابرار

اور ساتھ ہی ترجمہ یوں فرمادیا (پنجابی میں)

تے پوری پا ساڈی نال نیکاں دے

حضرت الاستاذ مولانا خیر محمد رحمہ اللہ نے اس ترجمہ کی اتنی داد دی کہ مجمع حیران ہو گیا۔ آپ اس قدر داد و تحسین کے عادی نہ تھے لیکن میں نے دیکھا کہ مولانا کا چہرہ تمتما اٹھا اور خوشی سے باچھیں تک کھل گئیں اور آپ بار بار فرماتے ماشاء اللہ ماشاء اللہ اور فرماتے

اس سے بہتر لفظی ترجمہ اور نہیں ہو سکتا

ماشاء اللہ یہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ حضرت امیر شریعت نے فرمایا

کہ اس ترجمہ سے غلام احمد کی توفی کی رگ بھی کٹ جاتی ہے کہ توفی کا معنی موت نہیں یوں ہی اس نے کھینچ تان کر توفی کو مردوں پر فٹ کرنے کی کوشش کی ہے۔

اس پر پھر حضرت مولانا اور تمام علماء نے خوب داد دی اور یوں یہ محفل عشاق امید فردا پر برخاست ہوئی۔

اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لیکر

حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ کی تلاوت قرآن اور بیان و تبیان قرآن کی تعریف مرشد احرار حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری نور اللہ ضریحہ سے خود راقم نے یوں سنی (مفہوم)

"اجی ہمارے حضرت شاہ صاحب جیسا کون ہو گا ایسے جذبوں اور عمل والا شخص تو ہم نے دیکھا ہی کم ہے آپ آیت من آیات اللہ تھے

اگر شاہ صاحب چاہتے تو دنیا میں بادشاہی کرتے لیکن آپ نے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں قرآن اور فقر اختیاری کو زینت دنیا اور تفاخر پر ہمیشہ ترجیح دی ہمارے شاہ صاحب بے مثال انسان ہیں آپ نے قرآن کی خدمت سے وہ مقام حاصل کیا جو بڑے بڑوں کے نصیب نہ ہو"

استاذ المحدثین سند الاساتذہ حضرت علامہ محمد انور شاہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز نے آپ کے اسی جوہر سے متاثر ہو کر آپ کو امیر شریعت کے لقب سے نوازا اور یہ آپ کی ہی توجہات کا نتیجہ تھا کہ ملت بیضاء کے ۵۰۰ علماء نے آپ کی امارت شرعیہ کو قبول کیا اور باقاعدہ بیعت کی۔ اور اپنے درس حدیث میں یوں فرمایا۔

"پنجاب میں ایک صاحب ہمیں مل گئے ہیں صاحب توفیق، صاحب صلاحیت، صاحب سواد خوب کام کرتے ہیں۔ مولویوں کی طرح نہ خواہش زر میں مبتلا ہیں اور نہ خواہش شہرت میں بس بے چارے محض اللہ کے لئے کام کئے جاتے ہیں ہم نے قادیانیت کے متعلق انہیں توجہ دلائی کہ یہ فتنۂ عظیمہ صحیح اسلام کو جڑ سے اکھاڑے پھینکنے کا ارادہ کر بیٹھا ہے۔ آپ کیوں نہ اس فتنہ کے خلاف کچھ کام کر گزریں آپ کا وہ کام دین میں آپ کے لئے نفع رساں ہو گا۔ اور دنیا میں اس سے اہل دنیا کو فائدہ پہنچے گا۔ پھر فرمایا سید عطاء اللہ شاہ صاحب نے جو کام کر دکھایا ہے وہ بڑوں سے بھی نہ ہوا۔[۴]

حضرت الاستاد مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا مجدد الملت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ کے سامنے شاہ صاحب کا ذکر ہوا تو فرمایا۔ "بھائی عطاء اللہ شاہ صاحب کی کیا بات کرتے ہو ان کی باتیں تو عطا اللٰہی ہوتی ہیں"

حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ اور احرار گل و بلبل کی طرح لازم و ملزوم ہیں شاہ جی کا ذکر خیر احرار کے ذکر کے بغیر ادھورا اور احرار کا ذکر شاہ جی کے بغیر بیکار محض ہے۔ آپ نے چونکہ اپنی ملی زندگی مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم پر ہی بتا دی اور اسی پلیٹ فارم سے آپ نے دشمن دین و ایمان فرنگی سامراج، اس کے خود کاشتہ پودے مرزائیت اور فرنگی کے ٹوڈیوں کو پورے ہندوستان میں للکارا اور ان کی دنیاوی حیثیت کو لتاڑا اور بیچ چوراہے میں انہیں پچھاڑا۔ پیران تسمہ پا اور علماء سوء کے پیچ در پیچ بدرنگ عماموں کے پیچ و خم کھولے انکی قباء زُور کو تار تار کیا اور ان کی گدیوں کی چولیں ڈھیلی کر دیں آپ فرمایا کرتے تھے۔

"علماء کرام، پیران عظام میں نے قرآن کی ایک آیت پڑھی تو اس نے مجھے چین سے نہ بیٹھنے دیا میں اللہ کے سب سے بڑے دشمن سے لڑ گیا اور اپنی زندگی کے حسین گیارہ سال جیل میں گزار دئے زندگی سفر میں کٹ گئی۔ لاکھوں انسانوں کے دل سے فرنگی کا خوف دور کیا لیکن قربان جاؤں تمہارے ہاضمہ کے آپ پورا قرآن کریم اور لاکھوں احادیث ہضم کر گئے مگر ٹس سے مس نہ ہوئے"

ان زخم خوردہ لوگوں کے حاشیہ نشین شاہ صاحب کے تابڑ توڑ عوامی حملوں سے بہت مضطرب ہوئے تو ایک "کرنٹے" نے کہا عطاء اللہ شاہ کو قرآن کے سوا کیا آتا ہے تو آپ نے اس کے جواب میں فرمایا (موچی دروازہ لاہور غالباً)

"ہاں بھائی واقعی مجھے قرآن کے سوا کچھ نہیں آتا۔ الحمدللہ، الحمدللہ، ثم الحمدللہ! کہ مجھے قرآن کے سوا کچھ نہیں آتا۔ میری دعا ہے کہ قرآن کے سوا مجھے کچھ بھی نہ آئے۔ لیکن یہ صاحب جو مجھے طعنہ دیتے ہیں ان کا یہ عالم ہے کہ خود انہیں قرآن ہی نہیں آتا۔

ایک دفعہ لاہور دفتر احرار میں چند نوجوان آئے اور انہوں نے قرآن اور دیگر کتابوں کے موازنہ کی گفتگو

۴۔ "اباجی" اور "شاہ جی" از سید محمد ازہر شاہ قیصر ابن امام المحدثین رحمہم اللہ مطبوعہ ماہنامہ "نقیبِ ختم نبوت" ملتان امیر شریعت نمبر اگست ۱۹۸۸ء

کی تو آپ نے فرمایا۔

"میاں تم قرآن کریم کو الہامی کتاب مان کر نہ پڑھو عربی ادب عالیہ کی کتاب سمجھ کر ہی پڑھ لو تو تمہاری روح پاک ہو جائے گی"

حضرت امیر شریعت کا یہ قول بہت مشہور ہے کہ آپ نے "یونیورسٹائزڈ" طبقہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

"بابو لوگو! قرآن ہماری طرح نہ سہی اقبال کی طرح پڑھ لو! دیکھو اقبال نے قرآن ڈوب کر پڑھا تو تہذیب فرنگ پر ہلہ بول دیا۔"

آپ میدان خطابت کے تو یکتائے روزگار تھے ہی اللہ نے آپ کو اتنا بلند شعری ذوق بھی عطا فرمایا تھا کہ صوفی غلام مصطفیٰ تبسم، محمد حسین عرشی، ڈاکٹر تاثیر، جگر مراد آبادی اور علامہ طالوت جیسی ہستیاں بھی آپ کے اس کمال کی معترف تھیں۔ آپ کا کلام "سواطع الالہام" کے نام سے آپ کی زندگی میں چھپ چکا ہے۔ جس میں آپ کے اکثر اشعار نعت رسول مقبول ﷺ پر مشتمل ہیں۔ ملاحظہ ہو عظمت رسول ﷺ کا انوکھا اظہار۔

مقام و مہبط قرآن و انبیاء گردید
بہ مشت خاک بنازم چہ رتبۂ خاک است
یتیم مکہ محمدؐ کہ ابروئے خدا است
کسیکہ خاک رہش نیست بر سرش خاک است
چمن چمن گل و نسریں زعکس رخ ریزد
سبد سبد گل خنداں زراہ می چکدش

اور نبی کے باغیوں کو تنبیہ ملاحظہ ہو

حذرز خاک نشینے شکستۂ دل ریش
کہ صد ہزار جہنم ز آہ می چکدش

قرآن و محمد ﷺ کا لزوم اور شان و عظمت دیکھئے امیر شریعت نے کیسے بیان فرمایا جو اساتذہ کے ہاں بھی کم یاب ہے

لو لاک ذرۂ ز جہان محمد است
سبحان من یراہ چہ شان محمد است
نازد بنام پاک محمد کلام پاک
نازم باں کلام کہ جان محمد است

حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ دور ایوبی میں ۱۹۶۱ء کی ۲۱۔ اگست کو مغرب کے قریب مالکِ حقیقی کی بارگاہ میں حاضر ہوئے سیدنا حسان صحابی رسول اور حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ یکے از خانوادہ رسولؐ دونوں